مرثیہ

کہا اساڑھ نے یوں جیٹھ کے مہینے سے
گیا ہی بادیہ پیما فلک نے کینے سے
قلق یہ پوچھ نبی کے سرور سینے سے
جسے نکالے لگے اس دھوپ میں مدینے سے

جو چار پایہ ہی جنگل میں ہپ ہپاتا ہے
گھر اندنوں کوئی چیونٹی سے بھی چھڑاتا ہے
پنکھیرو پاتوں میں رکھوں کے منھ چھپاتا ہے
ہوا ہے کیا یہ عمل سرزد اس کمینے سے

مثال آگ کے تپتا ہے کوہ اور ہاموں
سوار گھوڑے پہ باچند کس دل محزوں
زیادہ آنچ سے ہے گرم ان دنوں کی تن
جلا وہ جاتا ہے منھ پونچھتا پسینے سے

کجاوے اہل حرم کے لگے ہوئے دنبال
نڈھال شدت گرما سے انمیں وہ اطفال
مخدرات سراسیمہ اور پریشان حال
کہ دل جنھوں کے ہیں نازکتر آبگینے سے

غبار راہ سے چہرہ تمام گرد آلود
ہوا ہے سوچ میں دونوں جہاں کا وہ مسجود
شعاع مہر سے سانولا کے ہو گیا ہی کبود
نراس جائے ہے چھوٹے بڑے کے جینے سے

تمام روز ہی اس پر تمازت خورشید
جہاں ہو شام تو منزل کی پھر نہیں ہے قید
جو جائے ہے چھاؤں نہیں ٹھہرے تو دیکھی نا بدید
سحر لے وہیں ہو جائے ہے بھینے سے

غرض میں کیا کہوں اس شکل سے شہ مظلوم
وہ رو رو داں گیا آخر جہاں رہا محروم
کرے تھا قطع منازل کٹانے کو حلقوم
تن اس غریب کا چالیس دن دفینے سے

اداے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
میں اور وقت مرا یاں برابر آ پہونچا
کرام حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا
کہے یہ جا کوئی ہر ساکن مدینے سے

ندان گذرے جب اس بادیہ میں دن دو چار
طبیب سے مرے پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار
لگا ہر ایک سے یوں کہنے عابدین بیمار
کہ اس ہوا میں کیا منع پانی پینے سے

خدا کیواسطے گرمی پہ ٹک کرو تو قیاس
یہ بات سنکے شہ کربلا نے جا کر پاس
جیونگا کیونکہ بجھے گی اگر نہ میری پیاس
کہا اس اپنے جگر گوشہ نزنے سے

طبیب کا سخن اس امر بیچ واہی ہے
تڑپ تڑپ ہمیں مرنے میں بادشاہی ہے
ہماری پیاس میں کچھ حکمت الٰہی ہے
سواے مرضی حق پانی پیکے جینے سے

جو مجھو نہیں کہ لے آب یاں نیے سے زر
تو یاس پردگیان حرم کے ہے زیور

دے عدو عوض آب چاہتے ہین سر
نکال ہاتھ سے انگشتری کو پھر شہ دین

عوض نہال ہے یا لعل ہے
خزینے سے

لے دہن مین رکھو اپنے خدا پہ کر کے یقین

لگے یہ کہنے لئے منہ کے عابدین کے قرین
بجھیگی پیاس تری اسکے اب نگینے سے

لکھے ہے آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
عوض تو مجھسے ہے تمکو نہین کسو سے کام

دیا بجانب سرکردہ اہل لشکر شام
رکھو نہ تشنہ لب اور ونکو میرے کمینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ ہو جو
بکار دل جو ہین میدان مین دور کریجو

عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجو
مآل کار یقین کیا ہے پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب
اور اپنے قبضے مین ہو شے اگر جہان کا آب

سبب عطش کا جو کیا ہی تپہ خوب شتاب
رکھین گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

عبث کرے ہے تو پانی کیواسطے منت
اگر تو ہین نہ چلے شام کرنے کو بیعت

بغیر اسکے تو ہرگز بندھے نہ یہ صورت
کہ جسطرح سے تو اب ہے پانی مینے سے

سخن یہ سنکے لعینون سے شاہ خلق پناہ
اجل کو اپنی جو کچھ خویش و قوم تھے ہمراہ

خموش ہو رہے کہ آسمان کی سمت نگاہ
وہین سمجھ گئے اس بات کے قرینے سے

اب آکے کیا ہی کہون ہین آہ و واویلا
برائے آب بدریائے خون سمیت از شاہ

سوائے عابد بیمار جتنے تھے ہمراہ
ہر ایک کو دیا بحر کے سفینے سے

خبر ہے یون وہ لعین بعد قتل آن سرور
زمین پہ ڈال گئے دھوپ مین تن بے سر

بسوئے شام چلے رکھکے سر کو نیزے پر
دیا کفن نہ لگے چار گز گزینے سے

علی نے سجدے مین لو سر اپنے کا چاٹا
حسین تشنہ دہان کا گلے سے سر کاٹا

حسن کا ریزۂ الماس سے جگر پھاٹا
چڑھا نہ تیر سے پہ سر اس ستم کے زینے سے

جفا جو گذری ہے آگے سو اب کہون کس سے
بہ شاہ دہ سمجھے ہے عریان دھوپ مین جسکے

خموشی خوب ہے اظہار کرنے سے اسکے
خوشی تھی فاطمہ کو ہیر تن کے سینے سے

فلک نے کرتے تو کی سودا اگرچہ بیداد
سمجھ نہ مہر کو بالائے چرخ بد بنیاد

برائے گلے پہ چلا جب سے خنجر فولاد
یہ رنگیا ہی شفق ہاتھ مار سینے سے

خدا تو دے مجھے توفیق گریہ و زاری
کیا کرون مین ترے تعزیے کی تیاری

اور اسکے ساتھ کسی مملکت کی سرداری
ہمیشہ آگے محرم کے اک مہینے سے